مقالات:-

مطالبۂ نظام اسلامی

مولینا سیّد ابوالاعلیٰ صاحب مودودی

یہ تقریر مولانا سید ابوالاعلیٰ صاحب مودودی امیر جماعت اسلامی (حال امیر پاکستان) نے ۱۹۴۸ء میں پاکستان کے تمام بڑے شہروں میں پیش فرمائی تھی۔ اس تقریر کو مولانا کی نظر بندی کے بعد افادۂ عام کے لئے مکتبہ جماعت اسلامی نے مرتب کر دیا ہے۔ "مطالبہ" کی یہ تقریر "انقلاب قیادت" کے نئے مرحلے میں ہماری رہنمائی کر سکتی ہے! لہٰذا اسے خاص طور پر شائع کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

ہم دوراہے پر کھڑے ہیں

بعد از حمد و ثنا! حاضرین و حاضرات! یہ وقت جس سے ہم آج گذر رہے ہیں، ہماری قومی و ملی تاریخ کے نازک ترین اوقات میں سے ہے۔ اس وقت ہم ایک دوراہے پہ کھڑے ہیں اور ہمیں فیصلہ کرنا ہے کہ ہمارے سامنے جو دو راستے کھلے ہیں، اُن میں سے کس کی طرف بڑھیں۔ اس موقع پر جو فیصلہ بہ حیثیت قوم ہم کریں گے، وہ نہ صرف ہمارے مستقبل پر، بلکہ نہ معلوم کتنی مدت تک ہماری آئندہ نسلوں پر اثر انداز ہوتا رہیگا۔ ہمارے سامنے ایک راستہ تو یہ ہے کہ ہم ان اصولوں پر اپنے نظام زندگی کی بنیادیں کھڑی کریں جو اسلام نے ہم کو دیئے ہیں۔ ہماری ساری کی ساری زندگی ـــــ ہماری معاشرت، ہماری معیشت، ہمارا تمدن، ہماری سیاست غرض سب کچھ ان اصولوں پر استوار ہو جو اسلام نے مقرر کر دیئے ہیں۔ دوسرا راستہ ہمارے سامنے یہ ہے کہ ہم کسی مغربی قوم کے نظامِ زندگی کو قبول کر لیں۔ خواہ وہ اشتراکیت ہو، لادینی جمہوریت ہو یا کوئی اور نظام زندگی ہو۔

اگر خدانخواستہ ہم نے دوسرے راستے کو پسند کیا تو ہم اپنے اسلام کی بہ حیثیت قوم نفی کریں گے، اور اپنے ان تمام اعلانات سے منحرف ہوں گے جو ایک مدّت سے ہم خدا اور خلق دونوں کے سامنے کرتے رہے ہیں اور اس اجتماعی وعدہ خلافی کی وجہ سے خدا و خلق دونوں کے سامنے ہمیں رسوا ہونا پڑے گا، پھر اس راستے پر چلنے کا سب سے زیادہ افسوسناک نتیجہ یہ ہوگا کہ ہندوستان میں اسلام کی تاریخ کا قطعی خاتمہ ہو جائے گا۔ بخلاف اس کے اگر ہم پہلا راستہ انتخاب کریں اور خالص اسلامی اصولوں پر اپنی قومی زندگی کو قائم کریں تو ہم دنیا میں بھی سرفراز ہوں گے اور آخرت میں بھی ہمارے لئے کامیابی ہوگی، ہم خدا کے حضور بھی سُرخ رو ہوں گے اور خلق کے سامنے بھی ہمارا وقار قائم ہو سکے گا۔ ہم اسلامی نظامِ زندگی کے علمبردار بن کر پھر اسی مقام پر کھڑے ہو جائیں گے جس پر ہزاروں برس پہلے جب ایک قوم کھڑی ہوئی تھی تو اللہ تعالےٰ نے اسے مخاطب کر کے ارشاد فرمایا تھا کہ اِنِّیْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِیْنَ! یعنی تمہیں دنیا کی ساری اقوام پر فضیلت دی جاتی ہے۔ پھر اس کے بعد جب اسی مقام عظمت پر ایک دوسری قوم کھڑی ہوئی تو

اسے کہا گیا کنتم خیر امۃ اور کذٰلک جعلنٰکم امۃ وسطاً، یعنی تم بہترین امت ہو اور تمہیں مرکزی امت بنایا گیا ہے۔

ہمارے مسلمان ہونے کا تقاضا

بہر حال آج یہ دونوں مواقع ہمارے سامنے ہیں اور ان میں سے جس کا بھی ہم انتخاب کریں گے، اس کا اثر مدت ہائے دراز تک ہماری قسمتوں اور ہماری آئندہ نسلوں کی قسمتوں پر پڑے گا۔ اس موقع پر اگر ہم اسلام کے اصولوں کو اپنے لئے پسند کرتے ہیں اور اپنے نظام حکومت کی تشکیل اسلام کے نقشے پر کرتے ہیں تو یہ کئی وجوہ سے درست ہے۔ پہلی وجہ تو یہ ہے کہ ہمارے مسلمان ہونے کا عین تقاضا یہی ہے۔ مسلمان ہونے کے معنی خدا کا مطیع ہو جانا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنی خود مختاری اور آزادی کو خدا کے حق میں (Surrender) کر دیا جائے اور اقرار کر لیا جائے کہ اب میں جو زندگی بسر کروں گا، خدا کے مقرر کئے ہوئے حدود اور ضابطوں کے اندر رہ کر بسر کروں گا اور اس کی طرف سے جدھر بڑھنے کا اشارہ ہوگا، اُدھر بڑھوں گا۔ اور جدھر سے رُک جانے کا حکم ہوگا، اُدھر سے رک جاؤں گا۔ چنانچہ جب ایک فرد اپنے خدا سے اس طرح کا عہد باندھ کر اپنی زندگی کو اس کی رضا کے تابع کر دیتا ہے تو وہ مسلمان ہو جاتا ہے۔ بالکل اسی طرح اجتماعی حیثیت سے ایک قوم کے مسلمان ہونے کا طریقہ بھی یہی ہے کہ وہ اپنی آزادی و خود مختاری سے اللہ تعالیٰ کے حق میں دست بردار ہو جائے اور اپنے آپ کو اس کے حدود و قوانین کا پابند بنا لے۔ یہ ایک عجیب اور نرالی بات ہوگی کہ کسی قوم کا ایک ایک فرد تو اپنی اپنی جگہ مسلم ہو لیکن جب وہ ملکر ایک اسٹیٹ بنیں تو وہ اسٹیٹ غیر مسلم ہو۔ اگر مجموعہ غیر مسلم ہو تو افراد کس طرح مسلم ہو سکتے ہیں اور اگر افراد مسلم ہوں تو ان کا مجموعہ غیر مسلم کیوں ہو؟ افراد اگر مسلمان ہوں اور مسلمان رہنا چاہتے ہوں تو اُن کے لئے لازم ہے کہ وہ جب ملکر ایک قوم اور ایک اسٹیٹ کی شکل اختیار کریں تو وہ قوم اور اسٹیٹ ہونے کی حیثیت سے بھی مسلمان ہوں۔

پاکستان برائے اسلام

پھر ہمارے مطالبۂ پاکستان کا بھی یہی تقاضا ہے کہ ہم یہاں کا نظام اسلامی اصولوں پر قائم کریں۔ پچھلے دس سال میں بحیثیت قوم ہمارا یہ مطالبہ تھا کہ ہمیں ایک خطۂ زمین ایسا ملنا چاہئے جس میں ہم اپنے تہذیب تمدن کو از سر نو قائم کر سکیں۔ اور اپنے دین کے اصولوں پر اپنی زندگی کو نشو و نما دے سکیں۔ اور ایک غیر مسلم اکثریت کے تحت ہمارے لئے اس طرح کی زندگی ممکن نہیں ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ اب سے ڈیڑھ سال پہلے تک اس امر کے کوئی آثار نہ تھے کہ ہندوستان تقسیم ہو جائیگا اور یہاں مسلمانوں کی ایک آزاد سلطنت قائم ہو جائیگی۔ حتیٰ کہ جو لوگ آگے چل رہے تھے اور اس مطالبے کی جدوجہد میں قیادت کا فرض ادا کر رہے تھے، خود انکو بھی اس بات کا قطعی یقین نہ تھا کہ پاکستان قائم ہو جائیگا۔ اسکے بعد حالات جس طرح بدلے اور

پاکستان کے قیام کیلئے جس طرح فضا سازگار ہوئی اور ملک آناً فاناً تقسیم ہوگیا۔ اس کی آپ جو چاہیں عقلی توجیہیں کریں، لیکن میں اس انقلاب میں ارادۂ الٰہی کو خاص طور پر شامل پاتا ہوں۔ واقعہ درحقیقت یہ ہے کہ صدیوں کے بعد تاریخ میں یہ بات پیش آئی ہے کہ ایک قوم نے کھڑے ہو کر بحیثیت قوم کے کہا کہ ہم اسلام کے مطابق زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں اور چونکہ غیرمسلم اکثریت کی حکومت میں ہمارے لیے اس کا امکان نہیں ہے، لہٰذا ہمیں ایک آزاد خطۂ زمین ملنا چاہیئے اگر ہمیں یہ آزاد خطہ ملجائے تو اس میں پورے کے پورے اسلام کو غالب کرینگے۔ خدا کے ہاں یہ بات مقبول ہوئی کہ جب یہ قوم کہتی ہے کہ ہم اسلامی نظامِ حیات کو اختیار کرنا چاہتے ہیں تو ایک بار اسے اس کا موقع دینا چاہیے۔ ایک مدت سے آپ کو پامال کیا جارہا تھا لیکن آپ نے جب یہ خواہش ظاہر کی کہ آپ پنپنا چاہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے آپ کیلئے اسکا موقع فراہم کردیا۔

ایک نازک امتحان یہ موقع جس طرح فضل و رحمت ہے، اسیطرح یہ آزمائش و امتحان بھی ہے۔ پاکستان ملجانے کے بعد آپ سب امتحان گاہ میں کھڑے ہیں۔ اب آپکا اس امر میں امتحان ہے کہ آپ پچھلے دس سال میں جو کچھ زبانوں سے کہتے رہے ہیں، کیا آپکی نیتیں بھی انہیں کے مطابق ہیں؟ خدا و خلق کے روبرو جو اقرار آپنے کیئے ہیں کیا وہ سچے اقرار تھے یا جھوٹے ؟ اللہ تعالیٰ یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ اسلامی حکومت قائم کرنے کا جو چرچا آپنے کیا تھا، کیا وہ لوگوں کو دھوکا دینے کیلئے تھا یا اب صدقِ دل سے آپ اپنی زبان سے نکالی ہوئی بات پر عمل کرکے دکھاتے ہیں؟ آپ کہتے تھے کہ پاکستان کا مطلب کیا ہے؟ لا الٰہ الا اللہ! آپ کہتے تھے کہ ہم پاکستان اسلئے چاہتے ہیں کہ اسلام پر پوری طرح عمل کرسکیں۔ اب اللہ تعالیٰ نے پاکستان دے کر آپکو آزمائش میں ڈال دیا ہے اور وہ یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ آپ سچے تھے یا جھوٹے ؟

اسلام کے حفظ و بقا کی واحد صورت تیسری بات جسکی وجہ سے یہ فیصلہ اور بھی زیادہ اہمیت رکھتا ہے، وہ بہت زیادہ دردناک ہے، اور وہ یہ ہے کہ اس انقلاب نے جو پچھلے سال ہوا ہے ہمیں ایک نازک مقام پر لاکر کھڑا کردیا ہے۔ ہندوستان کا ایک اچھا خاصا بڑا حصہ جسکی حدیں واہگہ سے لیکر دہلی تک، اور اجمیر سے لیکر ڈیرہ دون تک پھیلی ہوئی تھیں، اسلام سے اور اسلام کا نام لینے والوں سے بالکل خالی ہوچکا ہے۔ جس خطے نے کبھی شاہ ولی اللہ اور مجدد الف ثانی رحمہم اللہ کو جنم دیا تھا، آج وہاں اذان کی آواز بھی سنائی نہیں دیتی۔ وہاں نہ کوئی اذان کہنے والا رہا ہے، نہ کوئی اذان سننے والا باقی ہے۔ اس کے علاوہ ہندوستان کے باقی تین چوتھائی حصہ میں بھی اسلام مٹا ہی چاہتا ہے۔ اب وہاں صورت حالات یہ ہے کہ ریل میں سفر کرتے ہوئے یہ پہچاننا مشکل ہے کہ مسافروں میں مسلمان کون ہے۔ جو لوگ کل تک اسلام اسلام پکار رہے تھے، آج وہ اسلام سے توبہ کر رہے ہیں۔ اب وہاں اگر کوئی مسلمان رہ سکتا ہے تو

صرف اسیطرح رہ سکتاہے کہ وہ یہ ثابت کرے کہ اس میں اسلام کی بو بھی باقی نہیں ہے۔ اگر یہی رفتار رہی تو آئندہ دس سال میں مسلمان کا وجود ہندوستان میں عنقا ہو جائیگا۔ ہمارے اسلاف نے ہندوستان میں جو اسلام صدیوں کی لگاتار کوششوں سے پھیلایا تھا وہ اب آٹھ سو سال کے بعد پاکستان کے دو خطوں میں سمٹکر رہ گیا ہے۔ اب اگر ہم نے ایک قدم بھی غلط سمت میں اٹھا دیا تو ہندوستان میں اسلام کی ایک ہزار سال کی تاریخ پر پوری طرح پانی پھر جائیگا اور اس برعظیم ہند کے تین چوتھائی حصے سے تو اسلام دوسروں کے مٹانے سے مٹ رہا ہے یہاں یہ ہمارے اپنے مٹائے مٹے گا۔ اسلیئے اب ہمیں اگلا قدم خوب سوچ سمجھ کر اٹھانا چاہیئے۔ اب صرف ایک ٹھوکر ہمارے اور اسلام کے مٹنے میں حائل ہے۔ اگر ہم نے اس موقعہ پر ٹھوکر کھائی تو ہمارے اسلاف کے دینی کارنامے کی ساری تاریخ حرف غلط کیطرح مٹ جائیگی۔ یہ سب وجوہ اس امر کے داعی ہیں کہ ہم فیصلہ کرلیں کہ ہمیں اس ملک کے نظام کو بہر حال اسلامی بنیادوں پر اٹھانا ہے اور یہاں ہمارے ہاتھوں سے سیاست و تمدن کا جو نقشہ بنے گا وہ اسلام کے منشا کے مطابق ہی بنے گا۔

موجودہ نظام کو مسلمان بنانیکا طریقہ اس موقع پر میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اس نظام کو جو یہاں اب تک چل رہا ہے مسلمان بنانیکا طریقہ کیا ہے؟ کسی نظام کے مسلمان ہونیکا فطری طریقہ بالکل وہی ہے جو ایک فرد کے مسلمان ہونے کیلئے مقرر ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا ایک غیر مسلم فرد کو مسلمان بنانے کیلئے ہم یہ طریقہ اختیار کرتے ہیں کہ اسکی ظاہری شکل وصورت اور لباس میں کچھ تبدیلیاں کرادی جائیں اور اسے کہا جائے کہ اپنے کھانے پینے کی فہرست میں سے بعض چیزوں کو نکال دو اور اپنی عادات میں چند تبدیلیاں کرلو اور پھر اسے چھوڑ دیا جائے کہ جاؤ اب تم آہستہ آہستہ مسلمان بنجاؤ گے۔ پھر کچھ مدت کے بعد جب وہ غیر مسلم فرد اپنے اندر بہت سی تبدیلیاں کر چکے تو آخر میں اسے کلمہ پڑھایا جائے؟ — نہیں ہم ایسا نہیں کرتے بلکہ جب کوئی فرد مسلمان ہونا چاہتا ہے تو سب سے پہلے اسے کلمہ پڑھایا جاتا ہے اور جب وہ کلمہ پڑھ کے یہ اقرار کرلیتا ہے کہ اب سے اپنی زندگی خدا کی بندگی اور محمد صلعم کی اطاعت میں بسر کرتی ہے تو پھر ہم اسے ایک ایک کرکے دین کے احکام بتاتے ہیں اور اس کے اعمال و افعال اور اسکے عادات و اطوار میں تبدیلیاں کراتے ہیں۔ ٹھیک یہی طریقہ ایک نظام حکومت اور نظام ملکی کو بھی مسلمان بنانے کا ہے کہ پہلے اس سے چند بنیادی اصول منوائے جاتے ہیں اور پھر جب وہ ان اصولوں کو تسلیم کرلیتا ہے تو اس کے سامنے اسلام کے عملی مطالبات تدریجاً رکھے جاتے ہیں اور اس میں وہ ساری تبدیلیاں پیدا کی جاتی ہیں جو دین کو مطلوب ہوں۔

ہمارے ملک کا نظام اس وقت گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء پر قائم ہے اور اسے انگریز نے اپنے اصول و مقاصد کے مطابق بنایا تھا۔ انگریز کی حکومت اسلام کی حکومت نہیں تھی کفر کی حکومت تھی۔ پاکستان میں ابھی وہی

نظام حکومت قائم ہے، اور اگرچہ اسے مسلمان چلا رہے ہیں لیکن یہ نظام اپنی فطرت کے لحاظ سے کافرانہ[1] ہی ہے۔ اب اس نظام کو مسلمان بنانے کیلئے اگر کوئی بنیادی تبدیلی سب سے پہلے کرنے کی ہے تو وہ یہی ہے کہ جسطرح فرد کو مسلمان بنانے کے لئے کلمہ پڑھایا جاتا ہے، اسی طرح اسے بھی کلمہ پڑھایا جائے۔ ایک حکومت کو کلمہ پڑھانے کیلئے جو دستوری طریقہ ہوسکتا ہے اسے ہم نے ایک مطالبہ کی شکل میں مرتب کیا ہے۔ میں اسے پڑھ کر سناتا ہوں اور پھر اسکی تشریح کرونگا تاکہ معلوم ہوجائے کہ اس اسٹیٹ کو مسلمان بنانے کیلئے پہلا قدم کیا ہونا چاہیئے، اور اس کے مطابق کیا جدوجہد کی جانی چاہیئے!

دستوری مطالبہ | مذکورہ مطالبہ جو اس موقعہ پر پڑھ کر سنایا گیا، درج ذیل ہے:-

"چونکہ پاکستان کے باشندوں کی عظیم اکثریت اسلام کے اصولوں پر ایمان رکھتی ہے، اور چونکہ پاکستان کی آزادی کیلئے مسلمانوں کی ساری جدوجہد اور قربانیاں صرف اسی خاطر تھیں کہ وہ ان اصولوں کے مطابق زندگی بسر کرسکیں جن پر وہ ایمان رکھتے ہیں، لہذا اب قیام پاکستان کے بعد ہر پاکستانی مسلمان دستور ساز اسمبلی سے یہ مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اس بات کا اعلان کرے کہ:- (۱) پاکستان کی بادشاہی صرف اللہ تعالےٰ کیلئے ہے اور حکومت پاکستان کی کوئی حیثیت اس کے سوا نہیں ہے کہ وہ اپنے بادشاہ کی مرضی اس کے ملک میں پوری کرے۔ (۲) پاکستان کا بنیادی قانون اسلامی شریعت ہے۔ (۳) وہ تمام قوانین جو اسلامی شریعت کے خلاف اب تک جاری رہے ہیں، منسوخ کئے جائیں گے اور آئندہ کوئی ایسا قانون نافذ نہ کیا جائے گا جو شریعت کے خلاف ہو۔ (۴) حکومت پاکستان اپنے اختیارات اُن حدود کے اندر استعمال کرے گی جو شریعت نے مقرر کردی ہیں۔"

اس مطالبہ کی حقیقت کو سمجھنے کیلئے یہ جان لینا چاہیئے کہ جب کسی ملک کا دستور مرتب کیا جاتا ہے تو سب سے پہلے بطور اصول موضوعہ کے یہ طے کیا جاتا ہے کہ کن اصولوں کے مطابق نظام بنانا ہے۔ ابھی آپ کے سامنے ہندوستان میں دستوری نظام بنایا گیا ہے اور آپ کو معلوم ہے کہ ہندوستان کی دستور ساز اسمبلی میں سب سے پہلے ایک ریزولیوشن کے ذریعہ مقاصد (OBJECTIVES) طے کیے گئے تھے کہ کن مقاصد کے لئے یہ اسٹیٹ بنایا جارہا ہے۔ بالکل اسی طرح پاکستان میں بھی دستور سازی کا پہلا قدم یہی ہوسکتا ہے کہ مقاصد کو طے کرلیا جائے۔ انہی مقاصد کو ہم نے دستوری زبان میں چار نکات کی صورت میں مرتب کیا ہے۔ اب میں اس کی ایک ایک شق کی تشریح کرتا ہوں۔

(پہلی شق کی تشریح):-

[1] یہ تقریر مارچ ۴۸ء میں کی گئی تھی۔ اس کے بعد مارچ ۴۹ء میں دستور ساز اسمبلی نے "قرارداد مقاصد" پاس کی۔ جس سے آئینی طور پر اس ریاست کی حیثیت اسلامی قرار پاگئی۔ (مرتب)

خدا کی حاکمیت | سیاست اور دستور (Constitution) ایں بنیادی سوال
یہ ہوا کرتا ہے کہ حاکمیت (Sovereignty) کس کی ہے؟ اگر حاکمیت کسی شخص یا کسی خاندان کے لئے مخصوص کی جاتی ہے تو پھر حکومت کی پوری مشینری اسی شخص یا خاندان کی مرضی کے گرد گھومتی ہے۔ اگر حاکمیت (Sovereignty) ملک کے عام باشندوں کی ہو اور مالک الملک خود ملک کے عوام ہوں تو پورا نظام باشندگان ملک کی مرضی کے گرد گھومتا ہے۔ اور حکومت کے تمام ذرائع اور طاقتیں اس لئے استعمال ہوتی ہیں کہ ان مالکان ملک یعنی عام لوگوں کے منشا کو پورا کیا جائے۔ یہ ایک بنیادی سوال ہے، اس لئے ہم نے سب سے پہلے اسی کو رکھا ہے پاکستان کے باشندے چونکہ مسلمان ہیں، اس لئے وہ مالک الملک نہیں ہو سکتے، ان کے مسلمان ہونے کا مطلب ہی یہ ہے کہ وہ اپنی حاکمیت اور آزادی سے خدا کے حق میں دست بردار ہو چکے ہیں۔ اب ان کا مقصد زندگی ہی یہ ہے کہ وہ ہر شعبۂ زندگی میں خدا کی حاکمیت کو تسلیم کر کے اسی کے منشا کو پورا کریں۔ پس مسلمانوں کی قائم کی ہوئی حکومت بھی مسلمان اسی صورت میں ہو سکتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو مالک الملک مان کر اس کی مرضی کو پورا کرنے کا فیصلہ کر لے۔

بعض لوگوں نے اس مطالبہ کو یہ شکل دی ہے کہ حکومت یہ اعلان کرے کہ اس کا مذہب اسلام ہے۔ ہمارے نزدیک یہ کافی نہیں، اس لئے کہ بہت سے ملک ایسے ہیں جنھوں نے اپنے دستور (Constitution) میں اپنی حکومت کا مذہب اسلام ہی قرار دے رکھا ہے۔ لیکن وہاں حاکمیت کسی فرد یا خاندان یا عام باشندگان ملک کی ہے ـــــ میں کسی ملک کا نام لینا نہیں چاہتا کیونکہ ہم ایک آزاد قوم ہیں اور ہم کسی ہمسایہ ملک سے اپنے تعلقات بگاڑنا نہیں چاہتے

بہر حال جب تک کوئی حکومت حاکمیت (Sovereignty) کو اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص نہ قرار دے لے، دستوری حیثیت سے وہ اسلامی حکومت نہیں بن سکتی، یہی وجہ ہے کہ ہم اپنی دستور ساز اسمبلی سے پہلا مطالبہ اسی بات کا کرتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حاکمیت پر ایمان لانے کا صاف صاف اعلان کرے۔

(دوسری شق کی تشریح):۔

پاکستان کا بنیادی قانون دوسری شق پہلی شق کا منطقی نتیجہ ہے۔ چونکہ مالک الملک خدا ہے اس لئے اسی کی مرضی کو بنیادی قانون کی حیثیت حاصل ہونی چاہیئے۔ اس شق کو مان لینے کے بعد یہاں کی پارلیمنٹ کا قانون سازی کا حق محدود (Limited) ہو جاتا ہے اور ہماری اسمبلیوں کے اختیارات دوسری اسمبلیوں کی طرح غیر محدود نہیں رہتے۔ دوسرے لفظوں میں ہماری اسمبلیاں خدا کی ہدایت سے آزاد ہو کر کوئی قانون سازی نہیں کر سکتی۔ بلکہ ان کے لئے دستوری طور پر لازم ہو جائیگا کہ جو قوانین اللہ تعالیٰ نے صاف صاف طور پر بتا دئے ہیں، انہیں وہ جوں کا توں بے چون وچرا قبول کرلیں اور ان کو پاکستان کے بنیادی قانون کی حیثیت سے نافذ العمل کریں۔ رہے وہ احکام جن کی ایک سے زیادہ تعبیریں ممکن ہیں، ان کی مختلف تعبیروں میں سے کسی ایک تعبیر کو اختیار کرنے کا حق ان لوگوں کو ہوگا جو کتاب وسنت کا علم اور فہم رکھتے ہوں۔ پھر جن امور کے متعلق خدا اور رسول نے کوئی واضح احکام نہیں دئے وہاں واضح احکام نہ دے کر خدا اور رسول نے خود یہ ظاہر کر دیا ہے کہ ان معاملات کے بارے میں مسلمانوں کی جماعت آزاد ہے کہ وہ اپنی ضرورت کے مطابق قواعد وضوابط بنائے اور اس کام کے لیے مسلمان عوام بہرحال ان لوگوں ہی کو متعین کر سکتے ہیں جو اجتہاد کی صلاحیت رکھتے ہوں۔

(تیسری شق کی تشریح)

شریعت اسلامی کا احیاء یہ شق شق دوم کا منطقی نتیجہ ہے۔ اس کا منشا یہ ہے کہ جس شریعت کو منسوخ کر کے انگریز نے قوانین جاری کئے تھے، اب وہ شریعت پھر نافذ ہونی چاہیئے۔ اور انگریز کی بنائی ہوئی ..... "کافرانہ شریعت" کو اب منسوخ کرنا چاہیئے۔ اب اس ملک کا ہر قانون شریعت اسلامی کے مطابق ہوگا اور کسی کو یہ حق حاصل نہیں ہوگا کہ شریعت کے خلاف کوئی قانون بنائے۔ اب اگر کوئی مسودہ قانون شریعت کے خلاف یہاں کی پارلیمنٹ میں پیش ہوگا تو وہ از روئے دستور رد کر دیا جائے گا۔ اور اگر کوئی ایسا قانون پاس ہی ہو جائے تو اس کے خلاف عدالت میں دعویٰ دائر

کر کے اس قانون کو منسوخ کرایا جاسکے گا۔

(چوتھی شق کی تشریح)

اسلامی حکومت کی عام پالیسی کسی نظام کا انحصار صرف قانون پر نہیں ہوتا، بلکہ اس عام پالیسی پر ہوتا ہے جس پر نظام حکومت کو چلایا جاتا ہے حکومت کو تعلیم و تربیت کے لئے ایک نظام بنانا ہوگا، وہ فوج اور پولیس کی تربیت کے لئے کوئی پالیسی اختیار کریگی، وہ مالیات کا نظام چلانے کے لئے کوئی خاص نقشۂ کار تجویز کریگی۔ وہ صلح و جنگ اور بین الاقوامی تجارت، اور سفارتی معاہداتی تعلقات کے لئے کوئی خاص روش بنائے گی۔ ہم چاہتے ہیں کہ حکومت یہ سارے کام اُن حدود کے اندر رہ کر کرے جو اسلام نے اس کے لئے مقرر کر دی ہیں۔ اگر ہماری حکومت اپنے اختیارات کو مختلف داخلی و خارجی معاملات میں اسلام کی مرضی کے خلاف استعمال کرے تو اسلامی قانون کا اجرا بے معنی ہو جاتا ہے۔ اسی لئے ہم نے اس کو بھی اپنے مطالبہ میں شامل کر دیا ہے تاکہ اگر اسلامی حدود سے باہر جا کر کوئی پالیسی اختیار کی جائے تو اس کے خلاف بھی عدالت میں دعویٰ کر کے اسے بدلوایا جا سکے۔

تبدیلی کا نقطۂ آغاز میرے خیال میں اس تشریح کے بعد "مطالبہ" کا ٹھیک ٹھیک مفہوم سمجھنے میں کوئی دشواری نہ ہوگی۔ کسی اسٹیٹ کو مسلمان بنانے کے لئے سب سے پہلا قدم یہی ہو سکتا ہے جس کا تقاضا اس مطالبہ میں کیا گیا ہے۔ پس اگر ہم اپنے ملک میں اسلامی نظام حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں تو سب سے پہلے ہمیں حکومت سے اس مطالبہ کو منوانا چاہیئے۔ اور اگر اس مطالبہ کو مان لیا جائے تو دوسرا قدم یہ ہوگا کہ ایسے اہل علم کی ایک کمیٹی بنائی جائے جو قرآن و حدیث کے ساتھ ساتھ دستور (Constitution) اور قانون (Law) دونوں کو خوب اچھی طرح سمجھتے ہوں۔ وہ باہم سر جوڑ کر بیٹھیں اور طے کریں کہ قرآن و حدیث کی رُو سے وہ کون سے اصول ہیں جنہیں پاکستان کا بنیادی قانون قرار پانا چاہیئے۔ اور خلافت راشدہ سے وہ کون کونسی باتیں حاصل ہوتی ہیں جن کو نظائر (Precedent) کی حیثیت میں پیش نظر رکھنا ہوگا۔ لیکن یہ معاملہ بہر بعد کا ہے اور جب اس کا وقت آئے گا تو یہ بھی ہو جائیگا۔ اس وقت تو سب سے اہم معاملہ یہی ہے کہ حکومت پاکستان

اپنے دستور کی زبان سے اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کرے۔ اس لئے اگر پاکستان کے لوگ فی الواقع یہ چاہتے ہیں کہ یہاں کا نظامِ حکومت اسلامی ہو تو وہ اس مطالبہ کو اپنا مطالبہ بنائیں۔ یہ میرا یا کسی پارٹی کا مطالبہ نہیں ہے۔ اس میں کسی شخص کو "شیخ الاسلام" بنانے کا یا کسی خاص فرقے کے علماء کو عہدے دلوانے کا، یا کسی خاص سیاسی پارٹی کے حقوق منوانے کا کوئی سوال شامل نہیں ہے، بلکہ یہ مطالبہ پوری امت کا ایک عام اجتماعی مطالبہ ہے۔

مطالبہ کیوں؟ اس مطالبہ کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ یہاں ایک مصنوعی انقلاب رونما ہوا ہے اگر یہ انقلاب اسلامی اصولوں کے مطابق فطری طور پر رونما ہوا ہوتا تو اس مطالبہ کی ضرورت پیش نہ آتی بلکہ انقلاب کے بعد فوراً آپ سے آپ اس ملک میں اسلامی حکومت قائم ہو جاتی۔ لیکن بحالاتِ موجودہ ایک مصنوعی انقلاب کے بعد جتنا اس امر کا امکان ہے کہ یہاں اسلامی نظام قائم ہو جائے، اتنا ہی اس امر کا بھی امکان ہے کہ ایک غیر اسلامی نظام اس ملک پر مسلط کر دیا جائے۔ اس لئے اسلامی نظام اب ایک منظم اور پر زور مطالبے ہی کے ذریعے قائم کیا جا سکتا ہے۔ اس مطالبے کے لئے جدوجہد کرنے کی ضرورت اس وجہ سے بھی ہے کہ جن لوگوں کے ہاتھ میں ہم نے اپنی باگیں دے دی ہیں وہ ایک مدت سے متضاد باتیں کہہ رہے ہیں۔ یہ حضرات کبھی یہ کہتے ہیں کہ ہمارے پاکستان حاصل کرنے کے کوئی معنی ہی نہیں، اگر یہاں اسلامی نظامِ حکومت قائم نہ کیا جائے۔ کبھی کہتے ہیں کہ یہاں ایک لادینی جمہوری سٹیٹ قائم کیا جائے گا۔ کبھی کہتے ہیں کہ یہاں قرآن کی حکومت ہوگی اور کبھی یہ اعلان کرتے ہیں کہ یہاں سیاسی حیثیت سے نہ ہندو ہندو ہوگا نہ مسلمان مسلمان، بلکہ سب محض پاکستانی ہو کے رہیں گے۔ پھر اسلامی حکومت کی بھی مختلف تعبیریں کی جاتی ہیں۔ کبھی اس کی تعبیر یہ کی جاتی ہے کہ یہ انصاف اور مساوات اور اخوت کا ہم معنی ہے اور کبھی "اسلامی سوشلزم" کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے۔ نہ معلوم یہ اسلامی سوشلزم کیا چیز ہے؟ میرا خیال ہے کہ یہ لوگ خود بھی اس کا مطلب نہیں جانتے۔ کبھی یہ اسلامی جمہوریت کا چرچا کرتے ہیں ہم ان سے صاف صاف کہے دیتے ہیں کہ اگر موجودہ نظام جمہوری نظام ہے اور اس میں آپ عوام کے نمائندوں کی حیثیت سے کام کر رہے ہیں تو آپ کا فرض ہے کہ لوگ جس معنی میں اسلامی نظام کے خواہشمند

ہیں، آپ اسی معنی میں اسے قائم کریں، آپ کو اور کچھ کرنے کا حق ہی نہیں پہنچتا۔

مطالبہ کرنے کی دوسری وجہ پھر یہ مطالبہ کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ہم نے جن لوگوں کے ہاتھ میں اختیارات دئے ہیں ان میں سے بعض ان اختیارات کو اسی خلاف اسلام طریق پر استعمال کر رہے ہیں جو قوم کو اسلام سے ہٹا کر غیر اسلام کی طرف لے جانے والا ہے۔ ان میں سے ایک اچھا خاصا گروہ ایسا ہے جو اسلام کے اصولوں پر فی الواقع عقیدہ نہیں رکھتا جنھوں نے مغربی اصولوں کو اپنے لئے اور اپنی نسلوں کیلئے پسند کر لیا ہے اور اپنے گھروں کی فضا کو ان کے مطابق ڈھال لیا ہے۔ یہ چاہتے ہیں کہ جتنا یہ خود بگڑے ہیں۔ اتنا ہی پوری قوم کو بگاڑ دیں اور اس کام کے لئے وہ ان اختیارات کو استعمال کر رہے ہیں جو قوم نے ان کے ہاتھ میں دے ہیں۔ اس بارے میں جو کچھ ہو رہا ہے اس کی بے شمار مثالیں دن رات ہمارے سامنے آتی رہتی ہیں میں اس کی صرف ایک مثال پیش کرتا ہوں۔ یہ ہمارے ایک فوجی بھائی کا خط ہے جو اخبار "کوثر" لاہور کے ۲ فروری ۱۹۴۸ء کے پرچہ میں اور "جہاں نو" کراچی کی ۹ اپریل کی اشاعت میں شائع ہو چکا ہے،

(خط پڑھ کر سنایا گیا جس میں ملٹری آفیسرز کے ایک تفریحی مجمع کا افسوسناک نقشہ مذکور تھا۔ جہاں کنگ جارج اور قائداعظم کے جام صحت کے طور پر شراب پی گئی، ماتحت افسروں کو بیویوں کے بے پردہ کرنے کی تلقین کی گئی اور اس کو ترقی منصب کا لازمہ قرار دیا گیا، "نماز" کو فوجی فرائض کے مقابلہ میں موخر رکھنے کے لیے ریمارک دئے گئے)

یہ ایک مثال ہے اور اس قسم کی بہت سی مثالیں ہمارے سامنے رونما ہو رہی ہیں۔ ایک جگہ ایک چپراسی نماز کے لئے گیا تو اسے ڈانٹا گیا۔ لاہور کے میڈیکل کالج کا واقعہ ہے کہ لدھیانہ کا ایک طالب علم جس نے جوش ایمان کے تقاضے سے اپنی صورت مسلمانوں کی سی بنا رکھی تھی، جب کالج میں داخلہ کے لئے گیا تو پرنسپل صاحب نے انٹرویو میں فرمایا کہ تمہارے چہرے پر ڈاڑھی ہے، تم کسی مسجد میں جاکر ملا بن جاؤ، کالج سے تمہیں کیا واسطہ؟ "جہاں نو" کی ۹ اپریل کی اشاعت میں ایک مراسلہ شائع ہوا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ محکمہ فوج میں ڈاڑھیوں پر پابندی لگائی جا رہی ہے۔ میں دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارے ان فوج کے اعلیٰ عہدہ داروں کو کبھی کسی سکھ پر بھی اس قسم کے اعتراض کرنے یا اس طرح کی پابندیاں کرنے کی جرأت ہوئی تھی؟ میں نے یہ اخبار جس میں ہمارے فوجی بھائی کا خط چھپا ہے، یہاں کراچی بھیجا، اور

کانسٹی ٹیوٹ اسمبلی کے ارکان کے پاس بھجوایا کہ وہ حکومت سے پوچھیں کہ کیا یہ گورنمنٹ کی پالیسی ہے یا محض افسرانِ حکومت کی ذاتی روش ہے؟ لیکن کوئی شخص اس سوال کو اٹھانے کے لئے تیار نہ ہوسکا یہ بات ظاہر کرتی ہے کہ وہ اس کی کوئی اہمیت محسوس نہیں کرتے یا کم از کم اس کی طرف سے بے اعتنائی برتنا چاہتے ہیں۔

"دلیل مع قوت" کی ضرورت پھر اس مطالبے کی ضرورت اس لئے بھی پیش آئی کہ ہمارے یہ رہنما انگریز کے شاگرد ہیں۔ اگر یہ دلیل سے ماننے والے ہوتے تو ایک آدمی کا کہہ دینا کافی ہوتا، لیکن یہ اس طرح سے ماننے والے نہیں ہیں۔ یہ کسی بات کو اس وقت تک نہیں مانتے جب تک اس کے پیچھے قوت نہ ہو ہم نے خود اس مطالبہ کو بھی دستور ساز اسمبلی کے ارکان کے پاس بھجوا کر حالات کو جانچنے کی کوشش کی ہے، اور ہمیں افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ انہوں نے اس کو قابلِ اعتنا نہیں سمجھا اور کوئی رکن اسے دستور ساز اسمبلی میں غور وبحث کے لئے پیش کرنے پر آمادہ نہیں ہوسکا۔ اس لئے اب ہم اس مطالبے کو لے کر قوم کے سامنے آئے ہیں۔ اب یہ فیصلہ آپ کو کرنا ہے کہ آپ کو اسلامی حکومت درکار ہے یا نظام کفر۔

منظم و متحدہ مطالبہ میں مسلمانوں کے تمام گروہوں سے کہتا ہوں کہ یہاں شخصیتوں اور گروہوں کا سوال نہیں، بلکہ ہم سب خدا کے سامنے جوابدہ ہیں اور اگر ہمارے ہاتھوں سے یا ہماری نگاہوں کے سامنے یہاں غیر اسلامی نظام قائم ہوگیا تو ہم سب اس کی عدالت میں پکڑے جائیں گے اس لئے آپ اپنے سارے اختلافات کو بھول جائیے۔ آپ اگر آرام سے بیٹھے رہے تو یہ کام نہیں ہوسکے گا۔ اس مطالبہ کو منوانے کے لئے تمام ضروری تدابیر اختیار کیجئے اور آپ کو خوب معلوم ہے کہ کسی مطالبہ کو منوانے کے لئے کیا کیا تدابیر اختیار کی جاتی ہیں۔ ابھی ابھی آپ نے پاکستان کا مطالبہ منوا کر جو تجربہ کیا ہے اس سے فائدہ اٹھائیے اور جن صحیح اور موثر تدابیر کو آپ نے اس مطالبہ کو منوانے میں استعمال کیا ہے، ان سب کو نظامِ اسلامی کے مطالبے کے لئے بھی اختیار کیجئے۔ یہ مطالبہ بھی مخلصانہ کوشش چاہتا ہے، یہ بھی منظم اور متحد طاقت چاہتا ہے اور یہ بھی مال اور وقت اور آرام کی قربانیاں چاہتا ہے۔ اگر ان شرائط کو پورا کر کے آپ یہ ثابت کردیں کہ یہ قوم کا اجتماعی مطالبہ ہے تو کس طرح ممکن ہے کہ آپ کے لیڈر اس کے خلاف جائیں۔ آپ اس کے لئے جلسے کیجئے، اس کے لئے ریزولیوشن پاس کیجئے۔ اس کے پوسٹر آویزاں کیجئے۔ اس

کو ریل کے ڈبوں اور موٹر بسوں میں لکھوائیے اسے اپنی خط و کتابت کے کارڈوں اور لفافوں پر طبع کرائیے تاکہ اس مطالبے کے چار نکات آپ کے بچے بچے کی زبان پر ہوں۔

مسلم لیگی بھائیوں کی ذمہ داری میں اپنے مسلم لیگی بھائیوں سے کہتا ہوں کہ آپ نے پاکستان اسلامی حکومت قائم کرنے کے لئے مانگا تھا، آپ نے سب کچھ اسلام کے نام پر کیا۔ اب آپ آزمائش میں ڈال دیئے گئے ہیں۔ اس آزمائش پر آپ پورے اترنا چاہتے ہیں تو اس مطالبہ کو اپنا مطالبہ بنائیے، اسے ابتدائی مسلم لیگوں سے پاس کرائیے، پھر صوبائی مسلم لیگوں کے سامنے یہ مسئلہ لائیے اور پھر جو لوگ اس مطالبے سے متفق نہ ہوں، انہیں لیگ سے باہر نکال دیجیے۔ اب اشتراکیوں اور ملحد قسم کے لوگوں کے مسلم لیگ پر قابض رہنے کی کوئی وجہ باقی نہیں رہی۔ اگر یہ دونوں باتیں ہو جائیں تو پھر مسلم لیگ اور جماعت اسلامی میں کوئی اختلاف باقی نہیں رہتا۔ بلکہ وہ دونوں قریب قریب ایک ہو جاتی ہیں۔

تعلیم یافتہ طبقہ کا فرض میں اپنے ملک کے تعلیم یافتہ طبقے سے بھی اپیل کرتا ہوں کہ وہ وقت کی نزاکت کو محسوس کریں۔ ان پر اس سلسلہ میں بڑی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ کسی ملک کی قوت لوہا اور کوئلہ نہیں ہے، بلکہ اس کے سوچنے اور سمجھنے والے لوگ ہی اس کی اصل قوت ہوتے ہیں آپ حضرات قوم کی ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ آپ کو فیصلہ کرنا چاہیئے کہ آپ کو اپنا وزن کس پلڑے میں ڈالنا ہے؟ اگر آپ کو اپنے اطمینان کے لئے دلائل درکار ہیں تو ہم آپ کے تمام شکوک وشبہات کو دور کرنے کے لئے تیار ہیں اور آپ کو مطمئن کر سکتے ہیں کہ آپ کی، آپ کی قوم کی بلکہ پوری دنیا کی فلاح اسی میں ہے کہ یہاں اسلامی نظام حکومت قائم ہو۔ اگر آپ اس پر مطمئن ہو چکے ہیں تو آپ کی ساری قوتیں اور قابلیتیں اس کی تائید میں صرف ہونی چاہئیں پہلے پاکستان بننے کا مقصد بھی قوم کو اس وقت تک حاصل نہیں ہوا جب تک آپ نے اپنا سارا وزن اس پلڑے میں نہیں ڈالا تو اب نظام اسلامی قائم کرنے کا مقصد بھی اسی وقت پورا ہوگا جب کہ آپ اپنا پورا وزن اسی پلڑے میں ڈال دیں گے۔

علماء مشائخ سے گذارش میں علماء مشائخ سے بھی کہتا ہوں کہ براہ کرم جزئی اختلافات کو چھوڑ دیجیے

اور اپنی ساری کوششیں اس کام پر مرتکز کر دیجیے۔ اگر یہ اصلاح ہو گئی تو سارے مسائل حل ہو جائیں گے آپ کو معلوم ہے کہ جب کسی ملک میں غیر اسلامی نظام نافذ ہو جاتا ہے تو ایک ایک کر کے اس میں سے اسلام کے سارے نشانات مٹ جاتے ہیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ دنیا میں ایک ملک ایسا بھی ہے جس نے مسلمان ہوتے ہوئے حج کو برسوں ممنوع رکھا۔ قرآن کے قوانین کو منسوخ کر کے ان کے بجائے دوسرے قوانین بنائے۔ قرآن مجید نے عورت کا حصہ وراثت مرد سے آدھا رکھا ہے لیکن اس ملک میں انہوں نے قانون عورت کا حصہ مرد کے برابر مقرر کیا گیا ہے۔ ہمارے ملک میں اب تک اسلام سے جو رعایات روا رکھی گئی ہیں اور جو نرمی کا سلوک اس سے کیا گیا ہے اس کی وجہ یہ تھی کہ یہاں ایک غیر قوم کی حکومت تھی اور اس کی مصلحت اسی میں تھی کہ وہ مذہب کے معاملہ میں ذرا ڈھیل دے دے، لیکن اگر آپ کے اپنے ووٹوں سے یہاں لادینی حکومت قائم ہو گئی تو پھر اسلام کا نشان اس ملک میں باقی نہ چھوڑا جائیگا کیونکہ آپ کو معلوم ہے کہ اسی دنیا میں ایک مسلمان ملک کی حکومت ایسی بھی ہے جس نے لادینی نظام قائم کرنے کے بعد دینی تعلیم کو قانون کی طاقت سے حرام کر دیا ہے۔ اس لئے آپ اب جزئیات اور فروعات کو بھول جائیے اور ساری قوت اس کام پر اور اس بنیادی اصول کو منوانے پر صرف کر دیجیے کہ یہاں کا نظام اپنی بنیادی فطرت کے لحاظ سے صحیح معنوں میں اسلامی ہو گا۔

یہ جو کبھی کہا جاتا ہے کہ شراب بند کی جائے، کبھی یہ کہ زنا کے اڈے اٹھائے جائیں — تو یہ کام تو کانگریسی حکومت بھی کرتی رہی ہے، کیا ان کاموں کے کرنے سے کوئی حکومت اسلامی ہو جائیگی؟ پھر کبھی یہ کہا جاتا ہے کہ بیت المال قائم کیا جائے، زکوٰۃ کی وصولی اور صرف کا انتظام کیا جائے، لیکن یہ تو وہ حقوق ہیں جو کبھی ہم نے اپنی اسلامی حکومتوں میں اپنے ہاں کے ذمیوں کو دئے تھے، اور جو امریکہ، رومانیہ اور یوگوسلاویہ، بلکہ روسی ترکستان تک کی حکومتوں نے اپنی مسلمان رعایا کو دے رکھے ہیں — کیا ان باتوں سے کوئی نظام حکومت اسلامی نظام میں بدل جاتا ہے؟

جزئی مطالبات چھوڑ دیجیے ہم تو وہ حکومت چاہتے ہیں جس کی ساری اسمبلیاں اور وزارتیں، نظام تعلیم اور نظام عدالت اور پورے کا پورا سیاسی نظام اسلام کے سانچے میں ڈھل جائے ہم یہ نہیں چاہتے کہ بیت المال

تو علماء کی تحویل میں رہے اور مالیات کا نظام غیر اسلامی ہاتھوں میں رہے۔ ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ ملک کا پورا خزانہ اسلامی بیت المال میں بدل جائے۔ لہٰذا براہ کرام آپ حضرات چھوٹی چھوٹی چیزیں نہ مانگئے، ورنہ ایسی دو ایک چیزیں دے کر آپ کو مطمئن کر دیا جائے گا۔ پھر اگر آپ اس کے بعد کوئی اور جزئی مطالبات سامنے لائیں گے تو کہا جائیگا کہ یہ ملا لوگ نہایت نامعقول ہیں، ان کے مطالبات کبھی ختم نہ ہوں گے اور یہ ملک کی ترقی اور استحکام کے راستے میں خواہ مخواہ روڑے اٹکاتے رہیں گے۔ بس آپ اپنی ساری قوت اس بنیادی مطالبے کے منوانے پر صرف کیجئے جس کے اندر آپ کے سارے مطالبات مضمر ہیں۔

سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کو انتباہ ۔ اب میں کچھ باتیں اپنے ملک کے جاگیرداروں اور سرمایہ داروں سے کہنا چاہتا ہوں۔ آپ حضرات نے ناجائز طریقوں سے جو سمیٹ رکھا ہے، اسے تو اب بہرحال جانا ہے۔ سرمایہ پرستانہ طور طریقوں کا اب زمانہ نہیں رہا۔ اب روپے کی خدائی کا تخت متزلزل ہو رہا ہے۔ اب دوسروں کی محنتوں سے ناجائز فائدہ اٹھانے اور اسراف اور عیاشی کی زندگی کے لئے دوسروں کی کمائیوں میں سے سرمایہ کے زور پر اپنے حق سے زائد وصول کرنے کو بہرحال ختم کیا جاتا ہے۔ ان چیزوں کو ختم کرنے کے لئے آپ دو ہاتھوں میں سے ایک ہاتھ کو پسند کر لیجئے۔ ایک ہاتھ وہ ہے جو آپ کے خود ساختہ حقوق اور اعزازات کے ساتھ خود آپ کو بھی مٹا دیگا اور دوسرا ہاتھ وہ ہے جو جب بھی اٹھیگا انتقام کے لئے نہیں، انصاف کے لئے اٹھے گا، اور وہ آپ سے صرف اتنا ہی چھینے گا جو آپ نے ناجائز طور پر سمیٹ رکھا ہے۔ اگر آپ نے انصاف کرنے والے خدا پرست ہاتھ کو پسند نہ کیا تو پھر یہاں دوسرا انتقامی ہاتھ بھی بہرحال دراز دستی کے لئے موجود ہے اور وہ اپنا کام کر کے رہے گا!

مزدوروں اور کسانوں سے اپیل ۔ اسی طرح میں اپنے ملک کے مزدوروں اور کسانوں سے بھی کچھ کہنا چاہتا ہوں، اور وہ یہ ہے کہ آدمی صرف روٹی کے لئے نہیں جیتا، آدمی کے لئے سب سے زیادہ ضروری چیز آدمیت ہے۔ اگر آپ کو کوئی ایسا نظام ملے جو آپ کے لئے روٹیوں کا تو انتظام کر دے، مگر آپ کی آدمیت کو ختم کر دے تو اسے ہرگز قبول نہ کیجئے۔ ایک نظام ایسا بھی موجود ہے جو آپ کو روٹی بھی دیتا ہے اور آپ کی آدمیت کا بھی انتظام کرتا ہے، وہ آپ کے مسئلے کو بھی حل کرتا ہے اور آپ کو روحانیت اور انسانیت کے مدارج بھی طے کراتا ہے۔

مسلم عوام سے خطاب ۔ اب میں مسلمان عوام سے چند باتیں کہنا چاہتا ہوں۔ آپ کو سمجھنا چاہیئے کہ اسلام کیا ہے۔ اگر آپ اسلام کی حقیقت سے ناواقف رہے تو ہو سکتا ہے کہ اسلام کا نام لے کر آپ کو

کفر کی طرف دھکیل دیا جائے، شراب کی بوتل پر شربت کا لیبل لگا کر اسے آپ کے ہاتھ فروخت کیا جائے اور آپ اسے لپک کر لے لیں، یہاں ایک غیر اسلامی نظام قائم کر دیا جائے اور اس کے ساتھ کچھ نمائشی چیزیں اسلام کی شامل کر دی جائیں اور آپ ان نمائشی چیزوں سے دھوکا کھا کر مطمئن ہو جائیں کہ بس اب اسلامی نظام قائم ہو گیا۔

ہم نے اپنی ساری قوت اس مقصد پر لگا دینے کا فیصلہ کر لیا ہے کہ ملک کے عوام میں صحیح اسلامی شعور بیدار ہو۔ ہم ان کو جھنڈوں اور جلوسوں اور جذباتی نعروں سے ایک لغو کھیلے اشتغال میں مبتلا کرنے کا طریق کار صحیح نہیں سمجھتے اور نہ یہ چاہتے ہیں کہ وہ اندھے جذبات کی رو میں بہنے لگیں۔ بلکہ ہم ان کے اندر اسلام کے لئے جینے اور مرنے کا شعوری ولولہ پیدا کرنا چاہتے ہیں۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ اگر ہمارے ملک کی حکومت کے لئے ایک ایسا دستور بنا دیا جائے جو سو فیصدی اسلامی ہو، لیکن اس کی پشت پر اسلامی سوسائٹی نہ ہو تو وہ اسلامی دستور کوئی حقیقی نتیجہ نہیں دکھا سکتا اور نہ اس کے بل پر اسلامی نظام چل سکتا ہے۔ کوئی دستور کاغذ کے اوراق پر نہیں چلا کرتا، بلکہ اس کا بننا اور اس کا کام کرنا اس بات پر موقوف ہوتا ہے کہ ملک کے عوام کی کتنی منظم طاقت اس کو چلانے کا عزم رکھتی ہے۔ اسی لئے ہم چاہتے ہیں کہ جو لوگ اسلام کو اپنے دین اور مسلک زندگی کے طور پر پسند کرتے ہیں۔ وہ ہمارا ساتھ دیں اور دین کی خدمت کے لئے منظم ہوں۔

اب میں ان عذرات کو دور کرنے کی کوشش کروں گا جو وہ طبقہ جو اسلامی نظام کو پسند نہیں کرتا اور اس کے قیام کا مخالف ہے، ہمارے سامنے پیش کر رہا ہے۔

استحکام پاکستان کا عذر ۔ ہم سے کہا جاتا ہے کہ یہ نوزائیدہ حکومت ابھی ابھی بنی ہے اور جمی نہیں، اور سرحد پر چاروں طرف سے خطرہ ہے، بس اس وقت ساری طاقت پاکستان کو مضبوط کرنے میں صرف ہونی چاہیے اور اسلامی حکومت کی بنیاد رکھنے کے کام کو ملتوی رکھنا چاہیئے۔

میں کہتا ہوں کہ پاکستان کو مضبوط کرنے کی کوشش کرنا ہر اس شخص کا فرض ہے جو اس میں رہتا ہے لیکن دیکھنا یہ ہے کہ پاکستان کے لئے اصل خطرہ کہاں ہے؟ —— اس کے اندر یا باہر؟ میں کہتا ہوں کہ اصل خطرہ باہر سے نہیں، بلکہ اندر سے ہے، اس لئے کہ اس کشتی کے ملاح دن رات اس میں چھید کرتے رہتے ہیں۔ ان کی رشوت خوری اور اقربا پروریاں پاکستان کو مسلسل کمزور کر رہی ہیں۔ جن نازک حالات کا رونا یہ دن رات خود روتے ہیں ان میں ان کی ایسی حرکات کو دیکھ دیکھ کر اکثر مسلمان یہ کہتے سنے جاتے ہیں کہ اگر

پاکستان میں بھی یہی کچھ ہونا تھا تو ہم ہندوستان میں کیا بُرے تھے؟ کتنے ہی مظلوم مہاجر یہ سوال کرتے پائے گئے ہیں کہ کیا پاکستان ان ہی مقاصد کے لئے بنایا گیا ہے؟ یہ چیزیں ہمارے عوام کا دل توڑنے والی اور ان کے جذبات کو سرد کرنے والی ہیں۔

پاکستان کو مضبوط بنانے کے لئے ضروری ہے کہ اس کے ایک ایک نوجوان اور ایک ایک فوجی سپاہی کے دل میں یہ بات بیٹھ جائے کہ جب وہ لڑے گا تو کچھ محض زمین کے لئے نہیں، بلکہ خدا کے لئے لڑے گا اور اگر وہ جان دے گا تو قوم کے کچھ لیڈروں اور عہدیداروں کے لئے نہیں، بلکہ خدا کے دین کے لئے دیگا۔ اگر آپ اپنے ہر فوجی کو اس بات پر مطمئن کر دیں کہ تیری خدمات صرف اسلام کے لئے حاصل کی گئی ہیں تو پھر دیکھئے کہ وہ کس جرأت اور دلیری سے لڑتا ہے۔ ظاہر بات ہے کہ ہم اپنے نوجوانوں اور اپنے سپاہیوں کے دلوں کو اطمینان دلانے کی اس کے سوا اور کوئی تدبیر نہیں رکھتے کہ پاکستان میں اسلامی نظام کے قیام کا صاف صاف دستوری اعلان کر دیں۔ پھر کون معقول آدمی اس حقیقت سے انکار کر سکتا ہے کہ جو چیز ہم پیش کر رہے ہیں وہ پاکستان کو مستحکم کرنے والی ہے اور عین اس کے استحکام ہی کے لئے اس کو کامیاب بنانے کی ضرورت ہے۔

انتشار انگیز عصبیتیں - پاکستان کو مستحکم کرنے کے لئے سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ مختلف عناصر اور مختلف صوبے متحد ہو کر ایک بنیان مرصوص بن جائیں۔ لیکن جن اصولوں پر ہم آج تک کام کرتے رہے ہیں اُن کا قدرتی نتیجہ یہ نمودار ہو رہا ہے کہ ہر گروہ جو مختلف مفاد رکھتا ہے ایک جداگانہ عصبیت کا مظاہرہ کرتا ہے۔ یہ بے اصول جتھابندی کرانے والی مغربی سیاست کے زہر کا اثر ہے کہ ایک پاکستان میں گویا پانچ قومیں بن گئی ہیں۔ سندھی، بلوچی، پنجابی، افغانی اور بنگالی! ان سب کو یکجا کر کے بنیان مرصوص صرف اسلام ہی کے ذریعہ بنایا جا سکتا ہے۔

پھر یہاں "انصار" اور "مہاجرین" کی باہمی کشمکش کے سبب سے ان کے دو الگ الگ نظام بن رہے ہیں اور دو الگ الگ سیاستیں رونما ہو رہی ہیں۔ اور اگر حالات اسی رفتار پر رہے اور ان کا کوئی سدباب نہ کیا گیا تو یہ مسئلہ بھی پاکستان کے لئے ایک مستقل خطرہ بن کے موجود رہے گا۔ آپ اس واقعہ سے خطرہ کا اندازہ کیجئے کہ مشرقی پنجاب سے آئی ہوئی ایک قوم کو جب مغربی پنجاب کی سرحد پر آباد کیا گیا تو وہاں کے مقامی باشندوں نے سکھوں کو دعوت دے کر ان پر حملہ کرایا۔ یہ متضاد عناصر پاکستان کے لئے اسی وقت تک خطرہ ہیں جب تک ان کے درمیان عصبیتیں کام کرتی رہیں۔ اب ان کو اگر باہم جوڑا جا سکتا ہے تو اسلامی نظام کی فضا میں اسلامی اصولوں کے ذریعہ ہی جوڑا جا سکتا ہے۔

مسئلہ مہاجرین کا واحد حل ۔ اگر پاکستان حاصل ہونے سے پہلے ہمارے لیڈروں نے قوم کے اخلاق کی صحیح تعمیر اسلامی اصول پر کرلی ہوتی تو مہاجرین اور انصار کا مسئلہ حل کر لیے ہیں ہیں وہ مشکلات پیش نہ آتیں جو آج دن رات درپیش ہیں۔ قوم میں اسلامی حس بیدار ہوتی تو یہاں کے لوگ اپنے گھروں سے نکل کر مشرقی پنجاب کے مظلوموں کا استقبال کرتے، خود زمین پر سوتے اور اپنے بستر اور پلنگ آنے والوں کے حوالے کر دیتے۔ یہ مسئلہ کوئی آج ہی ہمارے سامنے نہیں آیا۔ اس سے پہلے بھی آچکا ہے۔ مدینہ کی چھوٹی سی بستی نے مکہ اور عرب کے مختلف قبائل کے مہاجرین کی ایک کثیر تعداد کو اس صبر و سکون سے جذب کیا کہ کسی کو کانوں کان خبر بھی نہ ہوئی کہ اہل مدینہ کو کوئی مشکل مسئلہ درپیش ہے، درآنحالیکہ اس زمانے میں تمدنی ذرائع و وسائل بہت ہی ابتدائی حالت میں تھے۔ وہاں بھی اس مسئلہ کو اسلامی اسپرٹ اور اسلامی اخلاق نے حل کیا تھا اور یہاں بھی اس گتھی کا واحد حل یہی ہے۔

اب یہ بات ہر شخص کے خود سوچنے کی ہے کہ پاکستان کو کمزور کرنے والی شے وہ ہے جسے ہم پیش کرتے ہیں یا وہ ہے جو اس کے خلاف کی جا رہی ہے؟۔

ہندوستان میں ہندو حکومت کے قیام کا خدشہ ۔ دوسرا عذر یہ پیش کیا جاتا ہے کہ اگر یہاں اسلامی حکومت قائم کردی گئی تو ہندوستان میں ہندو حکومت قائم ہو جائیگی۔ میں کہتا ہوں کہ کیا ہندوستان میں ہندو حکومت قائم نہیں ہو چکی؟ کاغذ پر کہا جا رہا ہے کہ انڈین یونین کی حکومت کا کوئی مذہب نہیں اور یہاں سب کو برابر کے حقوق حاصل ہیں، لیکن واقعہ یہ ہے کہ وہاں مسلمانوں کو زمین پر چلنے کے بھی حقوق حاصل نہیں ہیں۔ اس لئے آپ وہاں کی فکر نہ کریں، وہاں تو جو کچھ ہونا تھا، ہو چکا۔ دوسری بات میں یہ کہتا ہوں کہ اب تک جو نقصان ہمیں پہنچا ہے وہ اسی لئے پہنچا ہے کہ ہم اسلام کا نام تو لیتے ہیں لیکن اسے اپنی زندگی کا دستور العمل نہیں بناتے۔ اگر یہاں ایک مرتبہ اسلامی نظام قائم ہو جائے جو بے لوث انصاف کے بل پر چلے اور یہاں کی حکومت وعدے کی کھری ہو، اور وہ اپنے طرز عمل سے ثابت کر دے کہ ہمارے تمام معاملات عدل و انصاف اور صداقت و دیانت پر مبنی ہوتے ہیں تو میں کہتا ہوں کہ نہ صرف ہندوستان کے مسلمانوں کی قسمت جاگ اٹھے بلکہ خود ہندوستان کی قسمت بھی بدل جائے۔ آخر پہلے یہ ہندوستان کے مسلمان کہاں سے آئے تھے، یہیں کے ہندو ہی تو مسلمان ہوئے تھے، تو پھر آج بھی اگر آپ دکھا دیں کہ اسلام سے ملک کا انتظام کیسا درست ہوتا ہے، معاشی اور معاشرتی نظام کتنے صالح ہو جاتے ہیں، پالیسی کتنی بے لاگ ہوتی ہے تو ہندوستان کے لوگ سوچنے لگیں گے کہ آخر کیوں نہ ہم بھی اس نظام کو اختیار کرلیں۔ وہ

آپ کے دشمن تو ہو سکتے ہیں، مگر اپنے تو دشمن نہیں ہیں۔ یہی ایک صورت ہے جس سے ہماری آٹھ سو سالہ تاریخ جس پر خط نسخ پھر گیا ہے، از سر نو زندہ کی جا سکتی ہے۔

ہندو اقلیت کا عذر پھر یہ عذر کیا جاتا ہے کہ اسلام کی حکومت کو ہندو اقلیت کیسے گوارا کرے گی۔ یہ عذر بھی مہمل ہے۔ ابھی پچھلے دنوں سرحد اسمبلی میں کوٹو رام نے ایک ریزولیوشن پیش کیا ہے جس میں سرحد اسمبلی سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ وہ دستور ساز اسمبلی کو صوبہ سرحد کے عوام کی اس خواہش سے آگاہ کرے کہ وہ پاکستان میں اس نظام حیات کو جلد از جلد نافذ کرانا چاہتے ہیں، جس کی بنیاد قرآن کے قوانین پر ہو۔ یہ نظام یقیناً دنیا کے لئے ایک قابل تقلید مثال ثابت ہوگا۔

چند ہی روز پہلے میرے پاس مدراس سے ایک خط آیا ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ "اسلام کا نظریہ سیاسی" اور "معاشی مسئلہ اور اس کا اسلامی حل" کو جو میرے دو رسالے ہیں، پڑھنے کے بعد ایک تعلیم یافتہ ہندو نے کہا کہ "ہم پر یہ چیز کبھی بھی واضح نہیں کی گئی کہ پاکستان میں اس طرح کا صالح نظام حیات قائم کیا جائیگا اگر مسٹر جناح اس چیز کی وضاحت فرما دیتے تو کوئی ذی فہم انسان اس کی مخالفت نہ کرتا۔"

غیر مسلم اقلیتوں سے اپیل تاہم مجھے معلوم ہے کہ ہمارے ملک کے بہت سے غیر مسلم حضرات اس سے گھبرا رہے ہیں کہ وہ ایک ایسی حکومت کے فرماں بردار کیسے ہو سکتے ہیں جو ایک مذہب کی پابند ہو۔ اصل واقعہ یہ ہے کہ ہمارے غیر مسلم بھائی ایک چیز سے محض اسے نہ جاننے کی وجہ سے اختلاف کر رہے ہیں، حالانکہ صحیح معنوں میں وہی چیز ہے، جسے گاندھی جی "رام راجیہ" کہتے تھے اور ہمارے عیسائی بھائی "آسمانی بادشاہت" کہتے ہیں۔ ہم اپنے ہندوستانی ہندو بھائیوں کے شکر گزار ہوں گے، اگر وہ حقیقی رام راجیہ قائم کر دیں، اس رام راجیہ میں بنیادی انسانی حقوق کی حفاظت موجودہ لادینی حکومت کی بہ نسبت زیادہ بہتر طریق سے ہوگی۔ میں اپنے غیر مسلم بھائیوں کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر یہاں اسلامی حکومت قائم ہوگی تو ان کے حقوق بالکل محفوظ ہونگے اور زمین پر بھی ان کو وہی حقوق دئے جائیں گے، جو کا عذر پر ہونگے۔ لیکن اگر یہاں جمہوریت کی لادینی حکومت قائم ہوئی تو یہ مسلمانوں کی "قومی حکومت" ہوگی جس میں اکثریت اپنی مرضی کے مطابق اپنے سارے قومی تعصبات کے ساتھ من مانی کارروائیاں کرے گی۔ اسلامی حکومت کے قائم ہونے کی صورت میں جو حقوق اسلام میں آپ کے لئے مقرر ہیں، مسلمانوں کو اور ان کی حکومت کو اس کا اختیار ہی نہیں رہے گا کہ وہ ان میں کمی بیشی کریں۔ یہاں کا مسلمان اپنے اخلاقی طرز عمل کو انڈین یونین کی اور دنیا کی کسی اور غیر مسلم قوم یا حکومت کے رویے کو دیکھ دیکھ کر نہیں بدلے گا، بلکہ اس کا طرز فکر یہ ہوگا کہ دوسری قومیں

اور حکومتیں اگر اپنے عہد کو توڑتی ہیں تو توڑیں، میں مسلمان ہو کر اپنے عہد کو کیسے توڑ سکتا ہوں۔

یہ بات آپ کو معلوم ہے کہ گذشتہ فسادات میں اگر کسی نے یہاں غیر مسلموں کو ظلم سے بچانے کی کوئی بے غرضانہ کوشش کی ہے تو وہ دیندار لوگ ہی تھے۔ وہ جانتے تھے کہ ہندوستان میں ان کے بھائیوں کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ لیکن پھر بھی ان کی خدا خوفی اور انسانی ہمدردی نے انہیں زیادتی اور ظلم سے نہ صرف باز رکھا، بلکہ انھوں نے حتی الامکان اپنے غیر مسلم بھائیوں کو پناہ دی اور محفوظ مقامات تک پہنچایا اور اس کام میں اپنے جان اور مال کی ذرا پروا نہ کی۔ ہمارے پاس ایسے بہت سے واقعات کا نہ صرف یہ کہ ریکارڈ ہے، بلکہ خود غیر مسلم حضرات کے متعدد اعترافی خطوط ہم تک پہنچے ہیں اور ہندوستان جانے والے غیر مسلموں میں سے ہزاروں اس کی گواہی دیں گے۔

اسلامی حکومت کی گارنٹی - اسلامی حکومت کی صورت میں یہاں جو گارنٹی دی جائیگی۔ وہ ہماری طرف سے نہیں، بلکہ خدا اور رسول کی طرف سے ہوگی۔ حضور کے الفاظ ہیں کہ جو ذمہ دے کر پھر خلاف عہد کرے تو میں خود قیامت میں اس کے خلاف مدعی ہونگا اور وہ جنت کی بو بھی نہ سونگھے گا۔ پھر حضور کی آخری وصیت میں جہاں نماز اور عورتوں کے حقوق کی تاکید تھی، وہاں ذمیوں کے حقوق کی ادائیگی کا بھی حکم تھا۔ حضرت عمرؓ کے زمانے کا واقعہ ہے کہ ایک دفعہ جب مسلمان فوج ایک جگہ سے پسپا ہونے پر مجبور ہوئی تو انہوں نے غیر مسلموں کو بلا کر ان کے ٹیکس واپس کر دیئے کہ ہم نے یہ ٹیکس آپ کی حفاظت ذمہ داری کے مصارف کے طور پر لیئے تھے اور چونکہ اب ہم حفاظت کی ذمہ داری پوری کرنے سے قاصر ہیں، اس لئے اس رقم پر بھی اب ہمارا کوئی حق نہیں رہا جو تمہاری حفاظت کے لئے لی گئی تھی۔ میں غیر مسلم بھائیوں سے کہونگا کہ یہ نظام آپ کے لئے رحمت ہوگا، آپ اس کے قائم کرنے میں ہمارا ساتھ دیجیے اور ہمیں مدد بہم پہنچایئے۔ اسلامی نظام میں آپ کے لئے جمہوریت کے مقابلے میں اتنی زیادہ برکات ہیں کہ اگر آپ کو ان کا اندازہ ہو تو آپ مغربی جمہوریت کی مخالفت اور اسلامی حکومت کے قیام کے لئے مسلمانوں سے بڑھ چڑھ کر کوشش کریں۔ یاد رکھیے کہ اگر یہاں غیر اسلامی حکومت قائم ہو گئی تو آپ سر پکڑ کر رہ دیں گے!

دنیا کی رائے عام کے بگڑ جانے کا ہول - یہ عذر بھی کیا جاتا ہے کہ اگر ہم نے مذہبی حکومت قائم کی تو دنیا کی رائے عام ہمارے متعلق خراب ہو جائیگی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کی وجہ سے ہمیں اپنے اسلام پر شرمانا چاہیئے۔ میں کہتا ہوں کہ ہمیں اسلام پر اتنا بھی ایمان نہیں جتنا ۱۹۱۷ء میں روس کے کمیونسٹ کو کمیونزم پر تھا۔ وہ لوگ جب جنگ سے نکلے تھے تو ملک کی معاشی حالت ناگفتہ بہ تھی، سارا نظام ملکی درہم برہم تھا، ملک چاروں طرف سے دشمنوں میں گھرا ہوا تھا، فوج شکستہ خوردہ اور انڈسٹری خستہ حال

تھی، اور یہ بھی واضح تھا کہ اشتراکی نظام کے قیام کے ساتھ ہی دنیا کی ساری سرمایہ دار طاقتیں اس کے خلاف ہوجائیں گی۔ لیکن ان ساری باتوں کے علی الرغم اس نے یہ نظام قائم کیا اور اب ہر سرمایہ دار طاقت اس سے لرزہ براندام ہے۔ ہمیں دوسروں کی طرف نہیں، اپنی طرف دیکھنا چاہیئے کہ ہمارے مسلمان ہونے کا تقاضہ کیا ہے۔ ہمیں اس تقاضے کو پورا کرنا چاہیئے۔ دنیا کی رائے عام اسلام اور مسلمانوں کے متعلق خراب ہوئی ہی اس وجہ سے ہے کہ ہم نے اسلام کو میدان عمل سے باہر رکھ کر اپنے آپ کو مسلمان کی حیثیت سے روشناس کرایا ہے، چنانچہ اسلام بھی مضحکہ بن گیا اور مسلمان بھی۔ لیکن اب اگر ہم اسلام کو میدان عمل میں لاکر اسے پورا اقتدار دے دیں تو دنیا کی رائے عام مستقل طور پر اسلام کے بارے میں بھی درست ہوجائیگی اور ہم مسلمانوں کے بارے میں بھی! ہوسکتا ہے کہ لوگ ایک دو سال تک غلط فہمیوں میں مبتلا رہیں، لیکن دو چار سال کے بعد وہ ہمارے متعلق اپنی رائے بدلنے پر مجبور ہوں گے اور یہ تسلیم کریں گے کہ یہ لوگ تو ہمارے رہنما بننے کے قابل ہیں، کیونکہ ان کے پاس وہ چیز ہے جس کی بنیاد پر ایک جہانی ریاست (World State) بن سکتی ہے۔ کوئی وجہ نہیں کہ پاکستان میں اسلامی نظام کے تجربے کو دیکھ کر اُن کے دل آپ کے سامنے جھکنے نہ شروع ہوجائیں۔

"ملاؤں کی حکومت" کا شبہ ایک عذر یہ تراشا گیا ہے کہ اسلامی حکومت تو "ملاؤں" کی حکومت ہوگی، اور ملا دنیا کے معاملات کو کیا جانیں۔ میں اس عذر کے گھڑنے والوں کو یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ ہم آپ کے اس "باد بان" سے بھی ہوا نکال چکے ہیں۔ پاکستان میں اب جو لوگ اسلامی نظام کے مطالبے کو لے کر اٹھے ہیں وہ ملا ہی نہیں، آپ کی طرح دنیا کے معاملات کو بھی خوب اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ اور اس کے ساتھ قرآن و حدیث کو بھی ——— اسلامی حکومت کے مطالبے کو لانے والے لوگ جدید فلسفہ و سیاست کو بھی آپ سے بہتر طور پر سمجھنے والے ہیں اور قرآن کے فلسفۂ و سیاست سے بھی کورے نہیں ہیں۔ ظاہر بات ہے کہ اسلامی حکومت اگر قائم ہوگی تو وہ اپنے چلانے کے لئے ایسے ہی آدمی طلب کریگی جو موجودہ دور میں اسلامی اصول پر کام کرسکیں۔ ہمیں ملک کے باشندوں اور رائے دہندوں کو بتانا پڑیگا اور اس بارے میں ان کی ذہنی تربیت کرنی ہوگی کہ وہ اسلامی حکومت کے لئے کیسے آدمی فراہم کریں۔ اگر کہیں مندر کے انتظام کے لئے آدمی مطلوب ہوں تو لوگ ویسے ہی آدمی تلاش کرکے دیں گے۔ اور اگر مسجد کے انتظام کے لئے کارکن درکار ہوں تو ویسے ہی آدمی ان کے سامنے آئیں گے، ایک بنک کا نظام چلانا ہو تو اس کی صلاحیت رکھنے والے آدمی چنے جائیں گے، اسی طرح اگر اسلامی حکومت کو چلانے کے لئے کارکنوں کی ضرورت ہوگی تو رائے عام اس کام کی صحیح صلاحیتیں رکھنے والوں کو چھانٹ کے آگے لانے لگے گی۔ یہ سمجھنا درست نہیں ہے کہ ہمارے ملک

میں اسلامی نظام کو چلاسکنے والے کارکنوں کا بالکل قحط ہے۔ ایسے آدمی موجود ہیں اور پبلک ہی کے اندر نہیں، بلکہ خود آپ کی حکومت کے موجودہ پرزوں میں اس معیار کا ایک بڑا طبقہ موجود ہے۔

غیر اسلامی نظام میں اسلامی قانون پھر یہ کہا جاتا ہے کہ کیوں نہ نظام تو غیر اسلامی رکھا جائے اور عدالتی قانون اسلام کا جاری کردیا جائے۔ میں کہتا ہوں کہ پھر کیوں نہ ایک سکھ کو مسجد کا امام بنادیا جائے؟ یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک ریاست تو اپنے آپ کو لا مذہب کہے اور قانون وہ مذہب کا جاری کرے۔ مجھے اس رائے کے پیش کرنے والوں کی عقل پر رحم آتا ہے۔ ایک غیر اسلامی نظام کے سائے میں اسلامی قانون کا صحیح طور پر نشو و نما پانا ممکن ہی نہیں ہے اسلامی قانون کا قیام و اجرا نظام تعلیم اور معاشرتی ماحول کو اسلام کے مطابق ڈھالے بغیر ہرگز نتیجہ خیز نہیں ہو سکتا۔ اسلام کا قانونی نظام اس کے معاشی اور معاشرتی نظاموں سے الگ ہو کر اور کسی دوسرے نظام کا جزبن کر نہ تو پروان چڑھ سکتا ہے اور نہ وہ برگ و بار لاسکتا ہے جو اس سے مطلوب ہیں۔ یہ کوشش تو بالکل ایسی ہی ہوگی جیسے آم کی ایک ٹہنی کو کیکر کے تنے پر پیوند کردیا جائے، اس صورت میں اس ٹہنی سے آم ملنا تو کجا، دیر تک اس کا سرسبز رہنا بھی مشکل ہے۔ یہ مہمل باتیں اچھے خاصے تعلیم یافتہ لوگ ہمارے سامنے پیش کرتے ہیں جو اس ملک کے نظام کو چلا رہے ہیں سیدھی بات یہ ہے کہ آپ اگر اس ملک کو اسلام کے اصولوں پر چلانا چاہتے ہیں تو پھر اس کا دستور لازماً اسلامی ہونا چاہیئے

ان عذرات کے علاوہ اگر کوئی اور عذر بھی ہوں تو ہم ان کو بھی سننا چاہتے ہیں اور ان کے جواب میں جو دلائل ہمارے پاس ہوں گے، ہم انہیں پیش کرکے ذہنوں کو صاف کرنے کی کوشش کریں گے کیونکہ ہماری خواہش یہ ہے کہ اس ملک کی رائے عام کو پوری طرح مطمئن کریں اور عوام الناس خوب اچھی طرح جان لیں کہ ان کی فلاح اسی شے میں ہے کہ ان کے ملک میں اسلامی نظام قائم ہو

عذرات لنگ لیکن ہر وہ شخص جو اس معاملے میں کچھ بھی بصیرت رکھتا ہے، اس نے ان عذرات کی نوعیت سے یہ سمجھ لیا ہوگا کہ یہ سارے عذرات عذراتِ لنگ کی حیثیت رکھتے ہیں جو یا تو اس لئے پیش کئے جاتے ہیں کہ جو ٹیم اس وقت کھیل کھیل رہی ہے وہ اس کھیل کے سوا دوسرے کھیل کو جانتی ہی نہیں اور اسے اندیشہ ہے کہ اگر دوسرا کھیل کھیلنا پڑا تو میدان چھوڑنا ہوگا، یا پھر وہ دانستہ دوسرا کھیل کھیلنے سے اپنے دنیوی مفاد کے لئے گریز کر رہی ہے —— اگر واقعۃً یہ موجودہ ٹیم اسلام کا کھیل کھیلنا جانتی نہیں ہے تو وہ میدان سے ہٹے، دوسری ٹیم اسے کھیلنے کے لئے میدان میں آجائیگی۔

آپ حضرات سے آخری گذارش یہ ہے کہ اگر آپ کے دل اسلامی نظام کے مطالبے پر مطمئن ہوں تو پھر اس کو باقاعدہ طور پر اپنا قومی مطالبہ بنائیے اور اس کے پلڑے میں اپنا پورا وزن ڈالئے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین